یاد رفتہ شاعری
فری ابوزر برقی کتب خانہ
مارچ ۲۰۱۸

نوٹ:

یہ کلام پرانے کاغذات میں سے دستیاب
ہوا ہے۔ میں نے بلا کسی کمی و بیشی یا قطع برید
کے دوبارہ سے نقل کر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا
کہ قاری اور نقاد کو تخلیقی شعور تک رسائی
کی تحویل میں کسی دقت کا سامنا کرنا پڑے۔
اصل بھی، جو بوسیدہ اور بھیگا ہوا ہے، ایک
ڈبے میں محفوظ کر دیا ہے۔
مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ اگلے دن جملہ مسودات
جو میرے سرمایہ ہیں بلکہ اوروں کے لیے ردی
سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ ساتھ میں کمرہ بھی مروجہ استعمال
سے باہر ہے، ردی میں بک جائیں گے۔

19/X/13

مقصود حسنی ـ قصور

(18)

عمر کا خط

غرض کا سمندر
سچ کے قصبے کھا رہا ہے
خلوص کی بستیاں پی رہا ہے
عمر کا خط
جھاڑیوں میں زیر عتاب ہے
ہر بے پیر
ہمسایۂ عمر کی ہڈیوں سے
دام لے کر
سیہ راتوں کی لذت میں
زندگی مرنے کی سوچ رہا ہے

سہ بخش

ہائیکو
(۶)
کرشن بھی مرے دور کا ہے
لٹکا دو نوٹ ہو جس کے
آستین کون دیکھنا پڑے
شب کے رشتوں میں
مہک چاہت کی
کب ہوتی ہے
حشر کے روز ماہی تڑپے گی
پیٹ میں مرغ بول اٹھے گا
گوبی والی بوتل کو تو ڈھونڈ
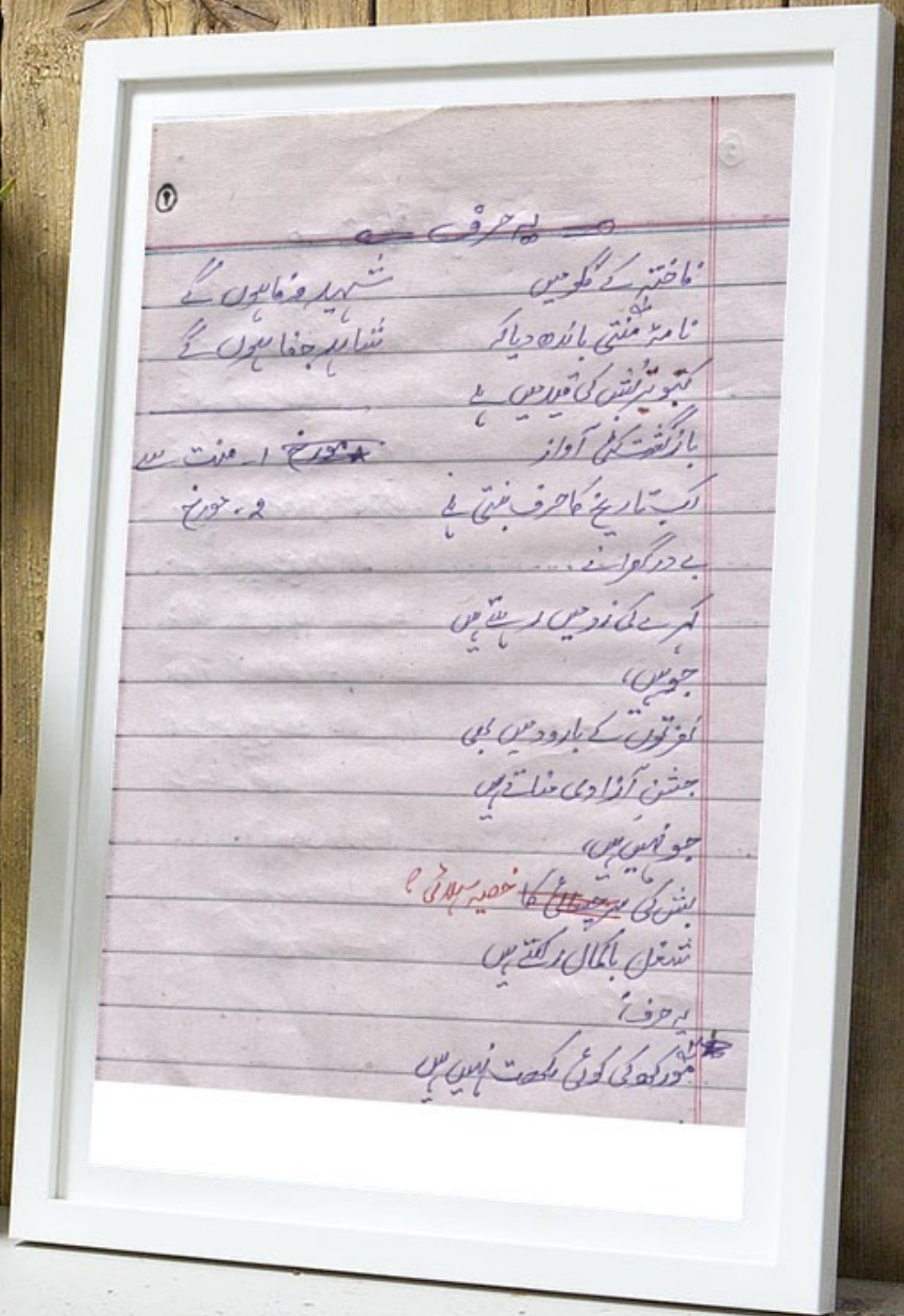
۲

جو باقی ہے

گلا اس سے نہیں کہ

اس سے مری جنگ ہے

شکوہ تم سے ہے کہ

تم جو کہ سایہ میں رہتے ہو

میں جو کہ دیس کا باسی ہوں

جس ٹہنی پر بیٹھے ہو

نہ کاٹو

گر جاؤ گے

نا کہ جو باقی ہے

کٹ جائے گی

③

عہد کا در وا ہوا

عہد کا پہلا در وا ہوا
دور افق میں
ہر کمزور کے
مقدر کی ریکھا
~~دور افق میں~~
سرخی بن کر پھیل گئی تھی
اس کا سورج ڈوب رہا تھا
یاس کی تاریکی پھیل گئی تھی
پھر جو ابھرا در کھلا
ہلکی دھن پر
شاہ اور شاہ والے
پریوں کی بغل میں ہاتھ سجائے
تھرک رہے تھے
جھوم رہے تھے

۱۵ - اپریل 1978

(٦)

تجھ کو پا کر

تو خواب نہیں
حسین [illegible] خوابوں کے سفر کی
تعبیر ہے
تلاش تو تھی
یقین ہمیشہ متزلزل رہا
زہد و جہد کا صلہ
کل تک نہ [illegible]
عطا کر گا
یہ تو تیرا ہو نہیں سکتا
تجھ کو پا کر
آنکھوں کو نور ملا
زندگی کو حرارت ملی
یقین کو ثبات ملا

۱۶ ستمبر 1978

(7) جب سے

میرے بچے کو
غربت کا ناگ ڈس گیا
گو کہ اس میں تھا
ہر رنگ کا اہتمام
رات کو دن سن کر چپ رہا
ہو ہیں یہ گتھیں
جھوٹ کا پیام
پیٹ بھر ملی
ہوا جب سے
میں ہوس کا غلام

(۱۱ ستمبر — 1986)

(8)

یا پھر

خداؤں کی اِس بستی میں
سجدوں سے تہی جبیں
آنے کی جسارت نہ کریں
یا پھر
اپنے تنے سر
سلامت نہ مانگیں

یہ ہو نہیں سکتا

محبت کی دہلیز پر پڑا
پیر و جبیں
تمہیں خدا مان لے
میں کیسے یقین کر لوں
یہ ہو نہیں سکتا
پتھر آنکھوں میں
تسلیم و رضا کا نور ہو
مہر و وفا سے آشنا ہو
مبتلائے بیم و رجا

میں کیسے یقین کر لوں
یہ ہو نہیں سکتا

20/10/78

(5)

مہا اُچکّہ

وہ

پھر اس کا باپ

دادا اور پر دادا بھی

اس پیشہ سے وابستہ تھے

شکار کی ٹانگوں پر

نام کے حاجی

دم پر تھے

گردن پر تھے

مگرمچھ کے تیور دیکھ کر

چل پڑتے تھے

اب کے نخچیر

کئی چیتوں بگھیاڑوں کے

دم خم دیکھ چکا تھا

گرفت میں آ کر بھی

گردن کے جھٹکے جاری تھے

(6)

جگ کے دانے
سوچ رہے تھے
بھوکے پیاسے صید کا گوشت
صیاد کے پیٹ کی آنتیں
جسم کا پانی
کھا پی کر
مٹی دیو کے خواب
چکنا چور نہ کر دے

2 نومبر 1980
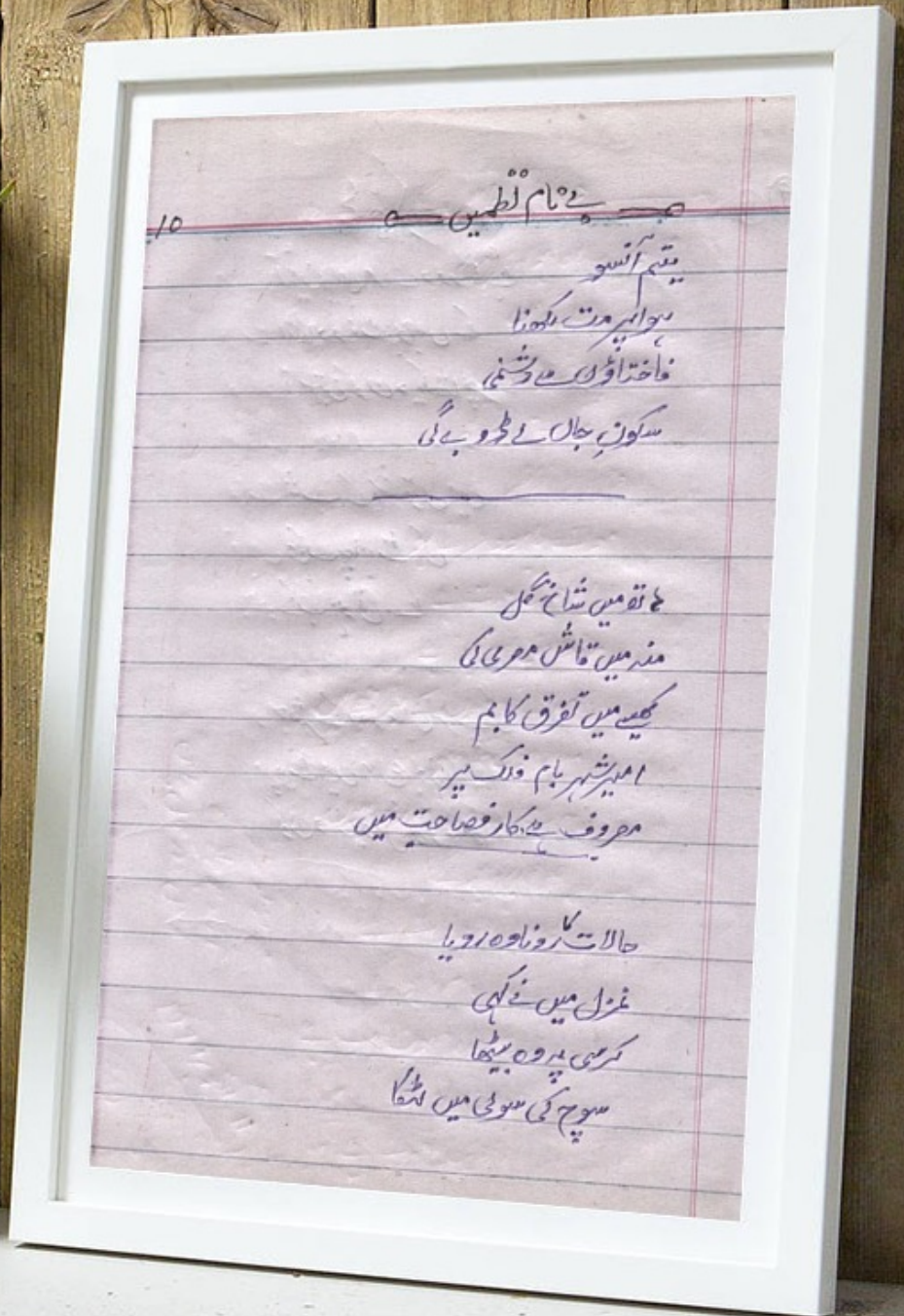
بے نام نظمیں
15
یتیم آنسو
ہوا پر مت لکھنا
فاختہ اڑی ہے دشمنی
سکونِ جاں سے محروم ہے گی
ہم تو میں شاخِ گل
منہ میں قاش مصری کی
کیسے میں تفرق کا بم
امیرِ شہر بام فلک پر
معروف ہے کار فصاحت میں
حالات کا رونا وہ رویا
غزل میں نے کہی
کرسی پر وہ بیٹھا
سوچ کی سولی میں لٹکا

(11)

مجھے اب سے

میں اپنی تلاش میں تھا
گلاب سے انگارے نکلے
خوشبو سے شرارے اٹھے

میرا چہرہ
کوئی لے گیا
چوڑیاں مجھے دے گیا
چوڑیوں کی کھنک میں
مجھے اب سے
یہ چہرہ جیون
جینا ہے
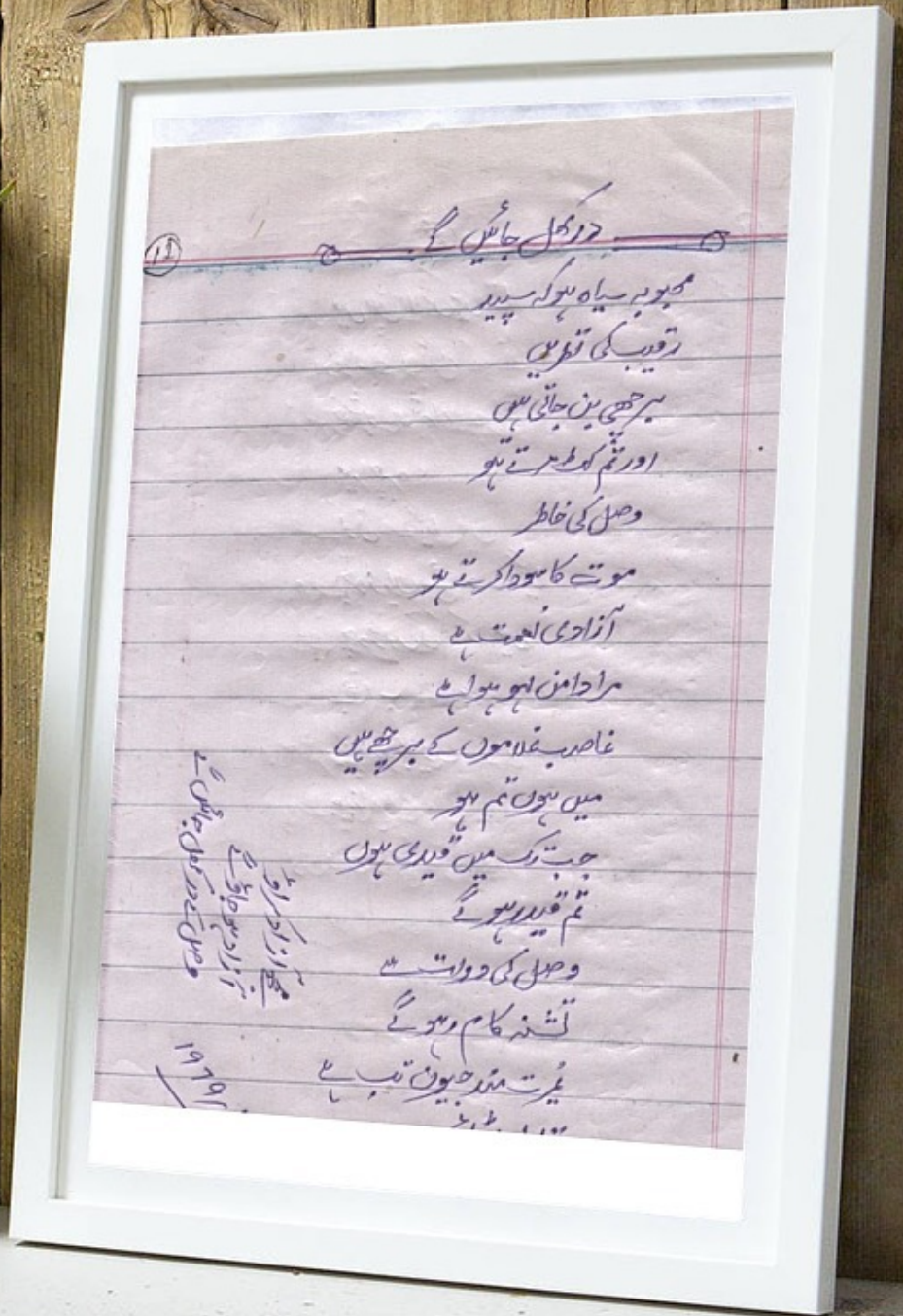
در کھل جائیں گے
محبوبہ سیاہ ہو کہ سپید
رقیب کی تقریریں
برچھی بن جاتی ہیں
اور تم کٹ مرتے ہو
وصل کی خاطر
موت کا سودا کرتے ہو
آزادی نعمت ہے
مرا دامن لہو ہوا ہے
غاصب غلاموں کے برچھے ہیں
میں ہوں تم ہو
جب تک میں قیدی ہوں
تم قیدی رہو گے
وصل کی دولت سے
تشنہ کام رہو گے
حریت مند جیون تب ہے
وصل کے در کھل جائیں گے

13

اک رات

اک رات...... بھیگی بھیگی رات
جب چندر مسکایا
اس رات
میں نے اک سندر سپنا دیکھا
تنہا چھوڑ کر
دور پریوں کے دیس میں
جا بسنے والا تھا
چلا آیا تھا
بولا ـــــ
کیوں کیا بات ہے
اداس اداس تم رہتی ہو
ہنستی ہو کبھی روتی ہو
پگلی ہو تم
پیار میں سب سہنا پڑتا ہے
ہوا کا اک جھونکا آیا

(14)

بستر دیکھا
خالی خالی
وہ تھا نہ اُس کی باس
ہاں تھا
ہڈیوں کا اک ڈھانچہ
اور تھی
ظالم تنہائی
محبوب کتنے بے درد ہوتے ہیں
دکھ
چاہت کے سفر میں بچھڑ جاتے ہیں
حسنی! میں تو تنہا تھی
اب بھی تنہا ہوں
وہ آئے گا ___؟!
کون جانے کسی کے من کی بات
ہونٹ لرزا اٹھے ہیں
(الاپ)
آ لوٹ کے آجا میرے میت تجھے میرے گیت بلاتے ہیں
سونا پڑا رے سنگیت تجھے میرے گیت بلاتے ہیں

(25)

پہلی پیڑی گل

جتنے پیر رکھی سونے کی بڑی
گھاٹ کا کرتا ہے،
کب کھاتا ہے؟!
گھر کا توتا
جو کوئی چوری بخشے
اُس کی چغلی کھاتا ہے
یہ پکی پیڑی گل ہے
چلیوں نمیر سے پائے
وشواس گھات میں رہتے ہیں

(16)

سوال تو یہ ہے

یہ سچ ہے کہ
مجھ کو یقین ہے
محبت
دل کو سکون
روح کو چین
سوچ کو بلوغت
مہر و وفا بھی عطا کرتی ہے
سوال یہ نہیں کہ
ہمیں محبت کا احترام کرنا ہے
زیست کے کمال پر سوا لینا ہے
سوال تو یہ ہے کہ
ہم محبت کا احترام کریں کیسے!؟
ہم تو کچھ سے ہیں
پیاسے ہیں
ہمارا جنون
تذبذب کی دہلیز پر مصلوب ہو چکا ہے

ہماری پسلیوں کے نیچے
دل نہیں، غلام چھپا بیٹھا ہے
ہماری اپنی کوئی مرضی نہیں
محبت ہمارے لئے کب ہے
ہمیں تو ابھی
زندگی کو یقین جینا ہے

ستمبر ۱۹۷۶

(17) دسترخوان بڑھا دو

دسترخوان بڑھا دو کہ
لاوڈن میں
سوٴر کی چربی کی بو باس سے
پنیر کے ٹکڑے
آزاد قوم نے
اگل دیئے تھے کہ
باسی تھے
دسترخوان پر لہو سجاؤ
پسند چنو کہ
سلمان رشدی
شیطانی آیات جلا ڈالے
وہ بھی تحفظ سے گریزاں رہیں

س۔ سالک

16
یوں لگتا ہے
تیرے جانے کے بعد
یوں لگتا ہے
مری ذات کا جھینگر
من کی دیواروں پر
دکھ کا جالا
بن رہا ہے
گلاوندر
آبلہ پائی میں بھی
مری کھوج کا سفر
تشنگی کا
گلاوندر ہوا
وقت وقت کی بات ہے
سہارے ڈھونڈتے تھے تو تجھ کو
سہارا ڈھونڈ رہا ہوں میں

(25)

چاپ

کرفیو کے موسم میں
رات گئے سڑکوں پر
قدموں کی چاپ
کس کی تھی؟!
رحمت کے فرشتے تھے؟
جاگتے لمحوں کی بازگشت تھی؟
کہ باوردی مخلوق تھی
جو میرے دیس میں
آزاد ہے
شاد ہے شاداب ہے

فروری ۱۹۸۹

21
وہ اور ہم
وہ اور ہم
ایک سے کب ہیں
دن افق سے
شب شفق سے
طلوع ہوتے ہیں
من میں آگ لگی ہو تو
بلبل کے نوحے کون سنے
حاجت بارش سے محروم رہتی ہے
پیمانے کا میں احسان مند کیوں ہوتا
مری بوند پہ لکھ دیا ہے مرا نام ساقی نے
کام ہو جائے تو رشوت کو رشوت کا نام مت دو
خدا کا خوف کرو بابو کو بھی آسودہ ہو لینے دو

Yaad e Rafta poetry
Maqsood Hasni
Free Abuzar Barqi
Kutab'Khana
March 2018